© rasailojaraid.com

اُس پھول کے بغیر بہت جی اُداس ہے

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

۱۹۶۸ء میں تعلیمی بورڈ ملتان کے قیام پر میں لاہور سے ملتان چلا آیا۔ اُس وقت جوابی کاپیوں کی مارکنگ، اساتذہ گھروں میں کیا کرتے تھے۔ جوابی کاپیاں، بل وغیرہ جمع کرانے کے لیے اکثر اساتذہ کرام دفتر تشریف لایا کرتے۔ اُن میں میرے مہربان علامہ فضل احمد عارف اور پروفیسر وکیل شاہ صاحب بھی شامل تھے جو اُن دنوں میونسپل کالج اوکاڑہ تعینات تھے۔ دونوں بزرگوں کا گھر ملتان میں تھا، اس لیے اُن سے اکثر ملاقات رہتی۔ پروفیسر وکیل شاہ صاحب کے بچے خیرالمدارس کے احاطے میں رہائش پذیر تھے۔ دوسری طرف (غالباً ۱۹۸۱ء کی بات ہے) میرے محسن ومربی سید عطاءالمحسن بخاری مرحوم نے دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی شروع کردی تھی۔ میری رہائش محلّہ طارق آباد میں ہے۔ جمعہ میں باقاعدگی سے شاہ صاحب کی امامت میں ادا کرتا۔ اُن دنوں گیارہ بارہ سال کا ایک دھان پان سا، ہونہار پروا کے چکنے چکنے پات والا لڑکا، شاہ جی کے پیچھے آکر کھڑا ہوجاتا۔ وہاں جہاں حال ہی میں بیری کا ایک تن آور درخت کاٹ دیا گیا ہے۔ اُس وقت وہ ایک چھوٹا سا پودا تھا۔ دکھ کی بات ہے کہ بیری کے اُس درخت کے کاٹنے کے کچھ عرصہ بعد ہی قدرت کی طرف سے میرے اُس پیارے دوست کی سانس کی ڈوری بھی کاٹ دی گئی ہے جس کی یادوں بھری باتیں اور باتوں بھری یادیں تادیر مجھے ستاتی رہیں گی۔ میرے اُس دوست کا نام سید ذوالکفل بخاری ہے۔ (پروفیسر وکیل شاہ صاحب کا دوسرا بیٹا اور سید عطاءاللہ شاہ بخاری کا چھوٹا نواسہ)

میرا دوست دی سنٹرل کالج ملتان سے ایم اے انگریزی کرکے گورنمنٹ ٹیکنالوجی کالج لیہ میں بطور لیکچرار اپنے فرائض انجام دینے لگا۔ مہینے پندرہ دن بعد ملتان آنا ہوتا تھا۔ ملاقات ضرور ہوتی۔ میرا یہ شعر اُنہی دنوں کی یادگار ہے:

کیا پیارے پیارے لوگ یاں بستے ہیں شیخ جی
ملتان اور میلسی، لیہ کے ساتھ ساتھ

اور کچھ عرصہ بعد ہی وہ گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی ملتان چلا آیا۔ محنت اور لگن سے کام کرنے والا ایک عبقری دماغ— انتھک آدمی— درس وتدریس— ادب، شاعری— صبح ٹیکنالوجی کالج میں انگریزی ادب اور شام پنجاب کالج میں اردو ادب کا درس دیتا رہا۔ اس دوران روزنامہ خبریں کے ادبی ایڈیشن کی ادارت بھی اُس کے پاس تھی۔

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

ایم اے انگریزی، ایم اے اردو، ایل ایل بی، بی ایڈ اور ٹیفل— یہ سارے امتحانات ایسے چلتے چلتے پاس کرلیے کہ دنیاوی عہدوں کے لیے یہ اسناد ضروری تھیں ورنہ میرے دوست کا علم ان ڈگریوں سے کہیں ماورا تھا— وہ عجیب مزاج کا آدمی تھا اور......

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساغر یہی لکھا ہے کتابِ حیات میں
حق آشنا جو ہوتے ہیں، ہوتے عجیب ہیں

دارِ بنی ہاشم میں میرا روزانہ ہی جانا ہوتا تھا۔ اُس سے گھنٹوں گفتگو رہتی۔ مجھے یہ بات تحریر کرنے میں کوئی باک نہیں کہ میرے کئی مضامین میرے اُس دوست کی گفتگو کا حاصل ہیں۔ میرے قلمی نام ''ساغر اقبالی'' اور ''عینک فریمی'' اُسی نے رکھے۔ بعض اوقات وہ کسی نہ کسی لذیذ پکوان کا ڈونگا اٹھائے، مہربان کالونی سے پیدل چلتا اور میرے گھر پہنچ جاتا — بیٹھا رہتا — پہروں باتیں ہوتیں — ادبی باتیں — لطیفے — چٹکلے — گھریلو باتیں — اُس کا مطالعہ، ابلاغ، ادراک، حافظہ، مشاہدہ قابلِ داد تھا۔ شگفتہ بیانی اُس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی — تحریر وتقریر کا دھنی — مجلس میں بات چیت اتنی شستہ ورفتہ اور نپے تُلے الفاظ میں کرتا کہ بڑے بڑے اہلِ علم دنگ رہ جاتے۔ اُس کی شاعری پُرتاثیر تھی:

مرے سچے محمد!
مجھے سچائی کی، پاکیزگی کی اور بھلائی کی
جتنی ادائیں یاد ہیں وہ آپ ہی کی ہیں
ادادارِ نبوت......میری اتنی سی گزارش ہے
مری اپنے ادافہموں سے نسبت خاص کر دیجیے
مجھے سچوں، بھلوں، پاکیزہ تر لوگوں کے قدموں میں جگہ دیجیے!
مجھے میری ہی دنیا میں قوی ومعتبر کیجیے

(میرے مولا محمد، میرے سچے محمد)

تمھاری قسمت میں رت جگے ہیں ہماری قسمت میں خواب غفلت......
تمام غفلت شعار نسلوں کو ہو سکے تو معاف کر دو
ہمیں بھی ورنہ یہ رت جگوں کے عذاب دے دو
بلاحساب وکتاب دے دو
عجب طرح کی اداس نسلو! میں جانتا ہوں
دیارِ حرماں میں پلنے والی
تمام نسلوں کی سرگزشتوں کے
سارے عنوان ایک سے ہیں

(سرنوشت)

یونہی اس خام خواہش، حسرت بے جا کی بستی میں
میں صدیوں سے فقط اک عمر کو
اک انت کو آواز دیتے سنتا رہتا ہوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اپنی عمر، اپنے انت کو آواز کب دوں گا؟
مجھے معلوم ہی کب ہے!

(معلوم، نامعلوم)

فاران اکادمی کے کئی اجلاسوں میں، میں نے اُس کے ساتھ حاضری دی جہاں ڈاکٹر مختار ظفر، پروفیسر تاثیر وجدان، پروفیسر حفیظ الرحمٰن خان، ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان، مختار پارس، محمد مختار علی، حامد سراج، خالد مسعود، مستحسن خیال، سلیم ناز، نسیم شاہد، شعیب ودود اور اسی قبیل کے کئی ادباء و شعراء سے میری ملاقات ہوئی۔ مشفق خواجہ، ڈاکٹر اسلم انصاری، محمد اظہار الحق، جعفر بلوچ، ہارون الرشید جیسے ادیب و شاعر اُس کی علمیت کے معترف تھے۔

ایک مرتبہ میں جیل روڈ سے گزرا۔ دیکھا کہ ڈاکٹر اسلم انصاری اور ذوالکفل بخاری سرِ راہ محوِ گفتگو ہیں۔ اردگرد کا کوئی ہوش نہیں۔ میں اپنا کام ختم کر کے واپس آ گیا اور وہ لوگ ابھی تک وہیں کھڑے باتیں کر رہے تھے۔

پھر ایک وقت آیا کہ میرے دوست کی امید بر آئی۔ اُس کی بڑی خواہش تھی کہ خانۂ خدا اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت نصیب ہو۔ سعودی حکومت کی ڈیمانڈ پر، عرب بچوں کو انگریزی زبان سکھانے کے لیے، تبوک کے شہر اُملج میں چھے سال تک بطور استاد اپنے فرائض انجام دیئے۔ اُملج سے میرے نام، اُس کے ایک خط کی چند سطور نذرِ قارئین ہیں:

''یا حبیبی! السلام علیکم ورحمتہ اللہ!

ہفتہ بھر پہلے آپ کا مکتوبِ گرامی موصول ہوا۔ ساتھ میں عید کارڈ بھی۔ یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ کتنی خوشی ہوئی۔ بس وہی بات ہے۔ ''سانبھ سانبھ رکھیاں نے تیریاں نشانیاں'' عید کارڈ کی عبارت اور ڈیزائن نے لفافے سے نکل کر، دل کے ایک خانے میں جگہ بنالی ہے۔ ''جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ''۔ گہرے تاریک پس منظر میں دمکتا اور مہکتا نیلا گلاب اور اس پر:

" I am blue without you"

"It realy made me feel blue....." ہاں

یہاں ہم قبیل لوگوں نے ایک ''حلقۂ طعام'' تشکیل دیا ہے — روٹی بازار سے — سالن قاری علی صاحب کے ہاتھ کا پکا ہوا — حساب ماہ بماہ — شعر سنیے:

لنگر سے روٹی لیتے ہیں، پانی سبیل سے
اچھی گزر رہی ہے دلِ خود کفیل سے
دنیا میرے پڑوس میں آباد ہے مگر
میری دعا سلام نہیں اس ذلیل سے''

اور آج میرے دوست! جب تم اس جہانِ فانی سے بہت دور جا چکے ہو۔ تمھیں معلوم نہیں کہ تمھارے ننھے منے بچے تمھارے بغیر اپنے آپ کو کتنا ''بلیو'' محسوس کر رہے ہیں — ۱۵/ نومبر ۲۰۰۹ء کو تمھارے جان لیوا حادثے کے بعد، رات کے وقت یہاں ملتان سے، کسی عزیز نے فون پر مکہ میں تمھارے پانچ سالہ عطاء المکرم سے بات کی۔ پوچھا۔ کیا کر رہے ہو؟ اُس نے معصومیت سے جواب دیا: ''بابا جان، یونیورسٹی سے ابھی تک نہیں آئے۔ اُن کا انتظار کر رہا ہوں۔'' اُسے کیا معلوم تھا کہ تم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمیشہ کے لیے داغِ مفارقت دے چکے ہو۔

کفیل شاہ جی بیان کررہے تھے کہ جدہ میں طاہر جمیل مرحوم کی ایک محفل میں یہ بات ہورہی تھی کہ زندگی کیا ہے؟ ذوالکفل بخاری بھی بیٹھے تھے۔ کہنے لگے: ''آدمی کی زندگی اَپ ٹوڈیٹ ہونی چاہیے۔مثلاً آدمی نے ایک کام کرلیا اور دوسرے کام کی وہ تیاری کررہا تھا کہ موت آگئی۔ یہی زندگی ہے۔آدمی کو چاہیے کہ اُس کی زندگی کے آئندہ پروگرام کا خیال بھی ایسا پاکیزہ ہو کہ مرنے کے بعد اُس کے لیے باعثِ راحت بن جائے— باقی اگر موت کے بعد حرم پاک کی قربت نصیب ہوجائے تو کیا کہنے ورنہ پاکستان میں اپنے دوستوں میں مرنا بہتر ہے۔''

اور کیا خوش قسمتی ہے۔ میرے اُس دوست کی کہ نہ صرف موت،حرم پاک کے قرب میں آئی بلکہ اُس کی تدفین بھی اُم المومنین حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں ہوئی۔

زندگی میں بہت سے دوست ملتے ہیں مگر میرا دوست ایک ہیرا تھا— ایک انمول ہیرا۔ جو میرے مولا کو بھا گیا اور اُس نے اُسے ہم سے واپس لے لیا— ایک گلاب تھا جو باغباں کو پسند آ گیا اور اُس نے اپنے لیے رکھ لیا۔ میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ میں ملول ہوا— غمزدہ ہوں— پژمردہ ہوں— میں اپنا دکھ کس سے بیان کروں— صبح دم پھول نے آسمان کی طرف منہ کرکے فریاد کی۔ مجھ سے میری شبنم چھین لی گئی ہے۔ اُسے کیا خبر تھی کہ آسماں اپنے ستارے بھی کھو چکا ہے۔

خالد مسعود خان نے صحیح لکھا:

> سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے حوالے سے تو ذوالکفل کو لوگ جان لیں گے لیکن یہاں یہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ شخص اپنی اس خاندانی پہچان کے علاوہ کیا تھا اور میرے لیے کیا تھا۔ کسی کو کچھ بتانا بیکار ہے۔

دوست! تمھاری والدہ بڑے حوصلے اور ہمت والی خاتون ہیں۔کوئی واویلا نہیں کوئی بین نہیں۔آنسو بہہ رہے ہیں او ر کہے جاتی ہیں:

> میرا بچہ—! میں اُسے گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتی تھی— کہاں— گھر سے دور حادثے میں جان ہار گیا— مرنے سے ایک دن پہلے اُس کا ٹیلی فون آیا تھا۔اوروں سے باتیں ہوتی رہیں— میں بات نہ کرسکی— مجھے کیا معلوم تھا یہ اُس کا آخری ٹیلی فون ہے، میں بھی اُس سے کوئی بات کرلیتی!

والد صاحب بڑے حوصلے کے ساتھ جی رہے ہیں— دل فگار ہے—! بھائی، بظاہر تو نظر آتا ہے کہ صدمہ سہہ گیا ہے مگر کون کہہ سکتا ہے اندر سے اُس کے ساتھ کیا بیت رہی ہے! دوست احباب غمِ فرقت میں بے حال ہیں— ہم سب تمھارے بغیر افسردہ ہیں:

کیا لکھوں! کیا بتاؤں! شبِ غم گزار کے
''تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے''

© rasailojaraid.com